اُسے تصویر کرنا ہے

یوسف خالد

اُسے تصویر کرنا ہے !

خالی

اُسے تصویر کرنا ہے!

یوسف خالدؔ

سانجھ

اُسے تصویر کرنا ہے!	:	یوسف خالدؔ
زیر اہتمام	:	ردیف فورم
سرورق	:	
اشاعت	:	۲۰۱۶ء
کمپوزنگ	:	بلال احمد
قیمت	:	۴۰۰
رابطہ	:	۱۰۔مدینہ ٹاؤن، سرگودھا

پروفیسر ڈاکٹر ناصر عباس نیرؔ
کے نام

خالی

ترتیب

نظمیں

اُسے تصویر کرنا ہے

گزشتہ تیس برسوں کی شعری ریاضت نے یوسف خالدؔ کی نظم کو فنی اور فکری ہر دو سطح پر توانا کیا ہے اور اب اس کے ہاں نظمیں محض لفظیات اور خیالات کا گورکھ دھندا نہیں بلکہ متحرک کاغذی تصویریں بن گئی ہیں جو قاری کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں ،اس سے باتیں کرتی ہیں ،جذباتی اور روحانی سطح پر متاثر کرتی ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ قاری کی انگلی پکڑ کر اسے اَن دیکھے جزیروں کے سفر پر لے جاتی ہیں اور اس کا دامن اپنی پسند کے رنگوں اورخوشبووں سے بھر دیتی ہیں :

اُسے کہنا
وہ رنگوں میں اُتر آئے
میں رنگوں سے شناسا ہوں
اسے کہنا وہ خوشبو اوڑھ لے
میں خوشبوؤں سے پیار کرتا ہوں (اُسے کہنا)

یوسف خالدؔ کے تمام شعری مجموعوں میں لطیف علائم کا ایک جہاں آباد ہے لیکن سفر،آواز، رنگ اور خوشبو اس کی پسندیدہ شعری علامتیں ہیں ۔وہ بستی کے اندھیروں سے اُکتا کر نکلا ایسا مسافر ہے جسے یقین ہے کہ وہ ایک دن دلکش آوازوں،رنگوں اورخوشبووں کو دامن میں سمیٹے واپس بستی میں لوٹے گا اور بستی کی وحشتیں ختم کر کے اس کی فضا کو دلکش بنا دے گا :

مری سانسیں
مرا ماحول
میرے گھر کی اک اک چیز، ہر لمحہ

معطر ہے
یہ کس موسم کی خوشبو ہے   (خوشبو)

''اسے تصویر کرنا ہے'' کی نظمیں شہزادی، دستک،محبت،خواب،عجب بے اختیاری اور تصویریں کا پس منظر محبت میں تشنگی اور ایک ہلکی سی کسک معلوم ہوتا ہے جو ہر فنکار کی بڑی تخلیق کی بنیاد ہوا کرتا ہے ۔محبت کے اظہار میں یوسف خالد کا رویہ'' صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں'' جیسا ہے۔وہ اشاروں کی زبان میں دل کی بات کرتا ہے اور پھر ایک اجنبی کی طرح دور کھڑے ہو کر قاری کی ذہنی کیفیات کا مطالعہ کرتا ہے ۔پھر دھیمے لہجے میں پوچھتا ہے: ''کیا ہوا، میں نے کچھ کیا،محبت............ اور میں نے کی''

اشاروں کی زبان کا یہ جال شاعر اس قدر احتیاط اور دانشمندی سے قاری کے گرد پھیلاتا ہے کہ وہ غیرشعوری طور پر اس میں پھنستا چلا جاتا ہے۔وہ پھر شکاری سے شکوہ کرنے کی بجائے اس کی مہارت پر عش عش کر اُٹھتا ہے۔یوسف خالدؔ کے علامتی جال کی اکائیاں بظاہر عام اور سادہ ہیں لیکن جب وہ اس کی ڈور کو اپنے مخصوص انداز میں کھینچتا ہے تو معانی کا ایک جہان اس کے گرفت میں ہوتا ہے۔اسی ایک ہی جال کو مختلف انداز میں پھینک کر وہ اپنے مطلب کے مختلف مفاہیم قاری کے دامن میں ڈال دیتا ہے :

آ مری آنکھوں کے رستے خواب کی بستی میں آ
اس جزیرے میں اُترنے کے لیے کشتی میں آ

میں نے یوسف خالدؔ کی شاعری پر بات کرتے ہوئے ایک بار کہا تھا کہ اس کے شعری تجربے کی انفرادیت یہ ہے کہ عام شعرا کی طرح اس کی شاعری کا سفر اپنی ذات کے دکھ (غمِ جاناں) سے شروع نہیں ہوا بلکہ ابتدا سے ہی اس کے ہاں معاشرتی ناہمواری ،اردگرد پھیلی بھوک اور افلاس (غمِ دوراں) کے خلاف زوردار بغاوت کے آثار دکھائی دیے۔اس کے پہلے شعری مجموعہ'' زرد موسم کا عذاب'' اور پھر کسی حد تک دوسرے مجموعہ کے موضوعات میری اس بات پر دال ہیں۔پوری بستی کے زخموں پر مرہم رکھنے میں کوشاں شاعر اچانک محبت جیسے لطیف جذبے سے آشنا ہوا۔اس کی سوچ اور لفظوں میں اس کے اپنے دل کی دھڑکن کی آواز سنائی دینے لگی۔پوری بستی کے دکھوں کی آواز کا بوجھ سر پر رکھے اس نے اپنے دل کی بستی کی طرف مراجعت کی۔محبت کو اس نے کئی انداز سے دیکھا ، پرکھا اور چھو کر دیکھا۔جیسا محسوس کیا اسی طرح

پینٹ کردیا :

محبت شام کی گہری اداسی میں
حسیں خوابوں کوآنکھوں میں بسانے کی ریاضت ہے
محبت راحتیں تقسیم کرتی ہے
....
محبت روح کا نغمہ ہے آنکھوں کی عبادت ہے
محبت آبشاروں کا ترنم، بہتے چشموں کی روانی ہے
محبت گریۂ یعقوب ہے
یوسف کی خوشبو ہے

یوسف خالدؔ کا یہ نیا شعری مجموعہ ہمارے لیے جذبوں،خوشبوؤں،رنگوں اورنغموں سے عبارت ایک لازوال تحفہ ہے، جس پر ہم سب اس کے شکرگزار ہیں۔

ڈاکٹر یونس خیال

یوسف خالدؔ اِس خوبصورتی سے زندگی کے احساسات کونظم کرتے ہیں کہ اِن کی نظمیں اپنے پیچھےلطیف احساس کی ایک ایسی لکیر چھوڑ جاتی ہیں جو تادیر آپ کے ذہن اور دل میں جگمگاتی رہتی ہے۔ یہ شاعر کا مشرقی جادو ہے جس کے بغیر مشرق میں شعر،شعر نہیں بنتا،محض الفاظ کا مجموعہ نظر آتا ہے۔

یوسف خالدؔ،جس طرح طرزِ احساس اور تکنیک کو بروئے کار لاتے ہیں اِس تکنیک کا خاصا ہے کہ یہاں لفظیات نیا جنم لیتی ہیں اور ان پر فرسودگی اور کلیشے کا گمان نہیں گزرتا، ایسا ہنُر شاید نظم کے اولین دھارے میں خال خال کہیں پڑتا ہے۔ یوسف خالدؔ اپنی نظموں کے ذریعے ایسے باطنی تجربات کو بیان کرتے ہیں جن کے گرد زندگی کے وہ جذبات لپٹے ہوئے ہیں جو شعر اور نظم کا روپ دھار کر ایک مکمل جمالیاتی تجربے میں ڈھل جاتے ہیں۔ میں اُن کی نظموں کے مطالعے کے دوران ہمیشہ ایک خوشگوار احساس سے ہم کنار ہوا ہوں اور میرے نزدیک وہی نظم کامیاب فن پارہ ہے جو آپ کے باطن میں اپنے تجربے سمیت داخل ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ یوسف خالدؔ کی نظموں کا اولین مخاطب وہ خود ہیں ،اِسی لیے یہ منفرد طرز سے اپنے ہونے کا احساس دلاتی ہیں کیونکہ شاعر جب خود سے مکالمے کی کیفیت کو تخلیقی عمل کا لازمہ بناتا ہے تو لطافت کی ایک ایسی لہر نمودار ہوتی ہے جو آپ کو شرابور کر دیتی ہے.......

یوسف خالدؔ کی نظموں کی استعاراتی فضا ان استعارات اور علامات سے بھری ہوئی ہے جن کے ساتھ زندگی کے مظاہر اور ان کا لافانی حسن وابستہ ہے ۔ ہم کسی پہاڑی راستے پر چلتے چلتے ایک ایسے رومانوی تحیر سے بغلگیر ہوتے ہیں جہاں کسی کے انتظار کا پتھر پگھل رہا ہے ۔ کٹیا کا دِیا اور بانسری کے لَے ،کسی بچھڑے ہوئے کی واپسی کا منتظر ہے ، یہ ایک ایسے گوشۂ عافیت کی طرف شاعر کی مراجعت کا سفر ہے،جس میں نئی زندگی کی آلائشوں ،ہنگامہ خیزیوں اور چکا چوند کا کہیں گزر نہیں ہے

(ارشدنعیم کےطویل مضمون سے اقتباس)

یوسف خاؔلد نے تخلیق کے مہربان ترین لمحات میں خیال کو تجسم کر کے نظم کو صفحۂ قرطاس پر اُتارا ہے، اِن نظموں سے بحث کرتے ہُوئے ایک بات دھیان میں رکھنا چاہیے کہ کسی ایک مثال یا ایک طرح کی مثالوں سے ان نظموں کو سمجھنا سطحیت کو راستہ دینا ہُو گا، ایسی کوئی کوشش یک طرفہ ، اُدھوری اور یک رُخی ہُو گی چنانچہ یوسف خاؔلد کی نظم کے لیے ایک طرف نہیں بل کہ بیک وقت کئی اطراف میں دیکھنے کی سعی کرنا پڑے گی جو تخلیقی عمل اور شعری وفور کو سمجھنے میں ہماری صحیح ترین راہنمائی کرے کچھ باتیں تجزیے اور وضاحت کی ذیل میں آتی ہیں .... اُسلوبیات میں ایک طرح کا تسلسل ہُوتا ہے یہ پرت در پرت ایک وقت میں وارد ہُوتے ہیں اور اِس حد تک آپس میں باہم دگر ہُوتے ہیں کہ اَن کو الگ کرنا ناممکن حد تک مُشکل اور تخلیقی عمل کے منافی ہے، آپ یوسف خاؔلد کی نظمیں پڑھیں اِن میں سطر در سطر تہ در تہ جو امیجز اور معنوی تشکیلیں موجود ہیں اُن میں سے کچھ کو تو صرف اور صرف محسوس کیا جا سکتا ہے ان پر لکھا یا ان کو بیان کرنے کے لیے کوئی تنقیدی سانچا نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ یوسف خاؔلد نے خارج سے علامات لیں ہیں....... اِن کی نظمیں پڑھیں تو کُھلتا ہے کہ اس شاعری کی فضا مختلف ہُوتے ہُوئے ایک ارفعٰ مقام رکھتی ہے۔ شاعری کی اہمیت و عظمت کا اصل فیصلہ وقت کرتا ہے وقت کے ساتھ ساتھ ایک سچے تخلیق کار کے نقوش روشن ہُوتے چلے جاتے ہیں.... یوسف خاؔلد کی نظمیں موجودہ منظر نامے میں نہ صرف اپنے ہُونے کا مکمل احساس دلاتی ہُوئی نظر آتی ہیں بلکہ اس سے آگے بھی ایک بات کہ یہ نظمیں پڑھنے والے کو جذباتی سطح پر اپنا اسیر بناتی ہُوئی اور دوسرے لفظوں میں کہوں تو مُرید کرتی ہُوئی دکھائی دیتی ہیں جس کے پیچھے کئی محرکات کارفرما ہیں ایک تو اس کے پس منظر میں تخلیق کار کی سچائی اور تہذیبوں کے عروج و زوال کا شعور، زندگی کو قریب سے دیکھنے کی صلاحیت، وقت کے ساتھ بہنے کا شوق، صبح و شام کو بسر کرنے کی جستجو، ذات و کائنات میں شامل ہُونے کی تگ و تاز، سرشاری و اطمینان سب شامل ہیں۔

(دلاور علی آذؔر کے مضمون سے اقتباس)

خالی

یہ صبحِ نو

یہ صبحِ نو ترے احساس کو عطا کردے
وہ تازگی کہ ترے خال و خد نکھر جائیں

ملے نصیب کی رفعت ترے ارادوں کو
مری دُعا ہے ترے بام و در سنور جائیں

تو آنکھ کھولے تو موسم ہوں منتظر تیرے
تو لب ہلائے تو گیتوں کے سُر بکھر جائیں

ترے خیال کی رو سے صباحتیں جاگیں
تمہارے خواب ہوں ہر سو جدھر جدھر جائیں

میں پھول اتنے اُگاؤں تمہاری راہوں میں
کہ دل سے گدلی رُتوں کے یہ ڈر اُتر جائیں

حیات بخش رہے رابطوں کی ہر صورت
خیال و خواب کی دنیا میں رنگ بھر جائیں

وہ خال و خد جو مری آنکھ پر نہیں اُترے
وہ حرف و صوت میں آئیں کمال کر جائیں



عجب احساس ہے

کسی صورت
کوئی آہٹ،کوئی آواز
گہری خامشی کو
لرزہ براندام نہ کر دے
فضا کی بے شکن چادر
کہیں ایسا نہ ہو
آواز کی شکنوں سے بھر جائے
ہوا کو بھی خبر نہ ہو
عجب احساس ہے
جس کی ردا اوڑھے ہوئے کوئی
دبے پاؤں چلا آتا ہے

پل بھر کے لیے، چپکے سے
ہر منظر کو چھو کر دیکھتا ہے
بے صدا ماحول میں بکھرے ہوئے الفاظ کی
سرگوشیاں محسوس کرتا ہے
کہیں سے درد چنتا ہے
کہیں سے گزرے پل کی راحتیں جھولی میں ڈالے
خامشی سے
یاد کی بستی میں واپس لوٹ جاتا ہے
مگر جانے سے پہلے، چند لمحوں کے لیے
پیچھے پلٹ کر دیکھتا ہے
اور اپنے اَن کہے لفظوں سے
خوشبو کی طرح
احساس پر ہلکی سی دستک چھوڑ جاتا ہے



ایک نظم

اُجلی صبح
بالکونی پر اُترتی
موسم سرما کی میٹھی دھوپ
یادیں،
چہچہاتی ننھی چڑیاں
خالی کرسی،
اِک حریری شال
دو کافی کے مگ
منتظر آنکھیں،
اور ان آنکھوں میں گزرے وقت کی سرشاریاں
زندگی!
ہم تیرے احسانات کے مقروض ہیں



سرِ آئینہ

آئینہ ہے
آئینے کے روبرو .... میں ہوں
مری بھیگی ہوئی آنکھیں مسلسل
آئینے کی مسکراتی آنکھ میں جلوہ نما تصویر کو
حیرت سے تکتی جا رہی ہیں
یہ کس کا عکس ہے
میں سوچتا ہوں
آئینے میں کون میرے روبرو ہے
یہ میرا وہم ہے
میرے تخیل کی کوئی صورت گری ہے؟
یا کوئی احساس میری ذات کی پہنائیوں سے

خواب کی صورت مری آنکھوں میں اُترا ہے؟
نہیں
شاید یہ کوئی معجزہ ہے
آئینے کی آنکھ میں جلوہ نما جو عکس ہے
یہ ایک مدت سے مرے خوابوں کا حصہ ہے
مرے وجدان کے اِس منقلب احساس کی خوشبو
مری رگ رگ میں شامل ہے
وہ خوشبو جس کی میں نے بارہا تجسیم کی ہے
چاندنی راتوں میں جس کو چھو کے دیکھا ہے
جسے میرے تصور نے مری نظموں میں ڈھالا ہے
جسے سُر آشنا میری سماعت نے سنبھالا ہے
وہ خوشبو اِک نئے انداز میں اَب عکس کی صورت
مرے احساس کی پوروں میں اُتری ہے
مرا پیکر مری نظروں سے اوجھل ہے
یہ کیا حیرت کدہ ہے
روبرو یہ کیسا منظر ہے
کہ میری ذات سرتاپا معطر ہوگئی ہے!



عجب منظر ہے!

وہ جذبوں کی معطر سیج پر
اِک خوبصورت پل کو آنکھوں میں
ہمیشہ کے لیے محفوظ کرنے کی ریاضت میں لگی ہے
ہوا اُس کے بدن سے خوشبوئیں لے کر
کسی اَن دیکھی بستی کی طرف محوِ سفر ہے
عجب منظر ہے
اُجلی چاندنی ہے
ہر طرف ہر شے پہ اک نشّہ سا طاری ہے
ہوا اس دودھیا ماحول میں
سرشاریاں تقسیم کرتی
جنگلوں میں، وادیوں میں، بستیوں میں

گیت گاتی پھر رہی ہے
کہیں کوئی ہوا کا منتظر ہے
دودھ ایسی چاندنی میں
سرتا پا سرشار ہے بھیگا ہوا ہے
ہوا پیغام بر ہے
اپنے دامن میں کسی کی منتظر آنکھوں کی بے تابی
کسی کے عارض ولب پر مچلتی پیاس کا احساس لائی ہے
مسلسل دستکیں دیتی ہے
در کھلتا ہے
بستی کے مکیں کو دیکھتی ہے چومتی ہے
اور چپکے سے
جو اپنے ساتھ لائی ہے
وہ خوشبو دان کرتی ہے
ہوا سندیسے دیتی ہے
بہت سی اَن کہی باتوں کی تصویریں بنا کر پیش کرتی ہے
ذرا سی دیر رُک کر پھر ہوا واپس پلٹتی ہے
تو بستی کے مکیں کے خواب لے کر
پھر اسی چوکھٹ پہ آتی ہے
ادب سے حاضری دیتی ہے
بستی کے مکیں کے دل کی حالت کو بیاں کرتی ہے
آگے بڑھ کے پھولوں سے مزین سیج پر بیٹھی ہوئی

اِک مہ جبیں کے ہاتھ میں پیغام دیتی ہے
کسی گزرے ہوئے پَل کی کہانی چھوڑ جاتی ہے
محبت کرنے والوں کی خوشی محسوس کرتی ہے
ہوا پیغام بر ہے مہرباں ہے
زندگی کو رنگ، خوشبو، ذائقوں سے آشنا کرتی ہے
تصویریں بناتی ہے



ہدف

گھٹا بادل کے ہاتھوں سے چھڑا کر ہاتھ
دھرتی کے سُلگتے جسم کو سہلانے آئی ہے
گھٹا اپنے ہدف کو دیکھتی ہے
مجتمع ہوتی ہے
پھر اندھی ہوا کو ساتھ لیتی ہے
زمیں زادے گھٹا کو دیکھ کر سرشار ہوتے ہیں
گھٹا نیچے اُترتی ہے
زمیں کو بوسہ دیتی ہے
تعاقب میں جو بادل تھا وہ غراتا ہوا بستی کی جانب بڑھنے لگتا ہے
زمیں زادوں سے لڑتا ہے جھگڑتا ہے
گھٹا کو ساتھ لے جانے کی ضد کرتا ہے

اپنا حق جتاتا ہے
گھٹا پلو چھڑاتی ہے
مگر بادل گھٹا کو اپنے سینے سے لگا کر
اتنا روتا ہے کہ اِس کے آنسوؤں میں
ساری بستی ڈوب جاتی ہے



اجتناب

کہو لوگو !
محبت کی کہانی سے نکلنے کے لیے
بس حوصلہ درکار ہوتا ہے
یا پھر
کوئی بہانہ بھی سبھی گزری ہوئی باتوں کو یکسر بھول کر
لمبی رفاقت کا تسلسل توڑ سکتا ہے
اگر کوئی بہانہ
ایک پل میں سارے بندھن توڑ سکتا ہے
تو پھر کوئی بتائے
باہمی احساس کیا ہے؟
زندگی تنہا بسر کیونکر نہیں ہوتی ؟

ہمیں کیوں ایک دوجے کی کمی محسوس ہوتی ہے
یقیں کی سلطنت میں بے یقینی کا تسلط کس لیے ہے
کس لیے یہ سلطنت محکم نہیں ہوتی ؟
اَنا پرور بہانہ جُو محبت کا لبادہ اوڑھ کر
کیوں خوشبوؤں کی سلطنت تاراج کرتے ہیں؟
محبت تو ازل کی لوح پہ لکھی ہوئی ایسی کہانی ہے
جسے ہر حال میں ہر عہد میں دُہرایا جانا ہے
فرشتوں سے الگ کوئی تخصص نسل انسانی کا گر ہے تو
محبت ہے
کہو لوگو
محبت سے مفر کیسا؟



کہانی ایک جیسی ہے

کہیں ہنستے ہوئے چہرے، کہیں کھوئی ہوئی آنکھیں
کہیں کھلتے ہوئے عارض، کہیں بکھری ہوئی زلفیں
کہیں اُجلے، سُنہرے دِن
کہیں جگنو، ستارے
چاندنی کے نور سے روشن حسیں راتیں
کہیں صبح کی رگ رگ میں اُترتا شبنمی احساس
پھولوں سے مزین لان،
ہر سو تتلیوں کا رقص، خوشبو سے معطر بام و در
ٹھنڈی ہوا کے نرم رو جھونکے
طلسماتی فضا
سب کچھ

سہانے خواب کی صورت
محبت کرنے والوں کے یہ سب منظر،
یہ سب کردار یکساں ہیں
محبت کرنے والوں کی کہانی ایک جیسی ہے
محبت کرنے والوں کا مقدر ایک جیسا ہے



بھلا سا نام دے

مری آنکھوں کے سارے خواب
آنکھوں سے چُرا، اُن کو مسل
یا پھر اُنھیں کوئی بھلا سا نام دے
یہ خواب، سارے خواب
جانے کیوں؟
تمھارے اذن کے بن
میری ان آنکھوں میں اُترے تھے
انھیں کس نے کہا تھا
اپنی مرضی کے حسیں منظر، حسیں موسم
حسیں رنگوں کے پھولوں سے مزین راستوں کو
منتخب کر لیں

حسیں رُت کی ردا کو اوڑھ لیں
اور آنکھ کی وادی میں آ بیٹھیں
انھیں اِس باغیانہ سوچ کی
کوئی سزا تجویز کر کے سرخرو کر دے
کسی صورت انھیں پھر سے
مری بے خواب آنکھوں میں
اُترنے کی اجازت دے
بھلا سا نام دے
کوئی نئی پہچان دے کر
سارا منظر خوبرو کر دے



نشہ

اُترنے دو رگوں میں
زہر مت سمجھو
محبت کا نشہ ہے
محبت زندگی میں ذائقے تقسیم کرتی ہے
محبت کی زمیں پر چہل قدمی کرنے والے ہر مسافر کو
محبت شبنمی احساس سے لبریز کرتی ہے
محبت کے طلسمی رنگ، اس کی خوشبوئیں، اس کے حسیں نغمے
محبت کرنے والوں کو سدا سرشار رکھتے ہیں
محبت ! وقت سے، حالات سے، ماحول سے آگے
خود اپنے واسطے اپنا جہاں تعمیر کرتی ہے
اُجالے بانٹتی ہے

درد کو مفہوم دیتی ہے
محبت کب کسی کے فیصلے تسلیم کرتی ہے
محبت بے نشاں رستوں پہ چلنے
منزلوں سے دُور رہنے کا وظیفہ ہے
محبت زندگی ہے



بارگاہِ عشق

میں جب بھی نظم لکھتا ہوں
مجھے محسوس ہوتا ہے
کہ کوئی ہے، جو چپکے سے
مرے لفظوں کی ہر بندش کو مس کرتا ہے
مصرعوں میں اُترتا ہے
اور اپنے لمس کی تاثیر سے
میرے قلم کو مُوقلم
اور صفحۂ قرطاس کو اِک کینوس کے روپ میں تبدیل کرتا ہے
تو خال و خد اُبھرتے ہیں
ہزاروں تتلیاں، جگنو، ستارے، اوس قطروں سے مزین ننھی کلیاں
کہکشائیں

گنگناتی آبشاریں، رنگ برساتی ہوئی قوسِ قزح
اور مسکراتے پھول
یوں میرے تخیل کو، مرے احساس کو مہمیز کرتے ہیں
کہ اِک اِک لفظ کی پوروں میں خوشبو گھلنے لگتی ہے
کوئی تو ہے
جو مجھ میں رنگ، خوشبو، ذائقے تقسیم کرتا ہے
مرے بے ربط لفظوں کو صباحت دان کرتا ہے
مری آنکھیں مناظر دیکھتی ہیں
خواب بُنتی ہیں
مرا فن
بارگاہِ عشق میں سر کو جھکاتا ہے
سراپا عجز بن کر حسن کو تصویر کرتا ہے
تو پھر اِک نظم ہوتی ہے



خواب

میں اس کے بازوؤں میں ہوں
وہ میرے بازوؤں میں ہے
فضا میں خامشی ہے
سانس چلتی ہے
تو ساری خامشی کو توڑ دیتی ہے
عجب ہنگامہ ہوتا ہے
بدن اِک دوسرے میں باغیانہ رقص کرتے ہیں
حرارت بڑھنے لگتی ہے
خمار آلود آنکھیں
دھیرے دھیرے جھکتی جاتی ہیں
مگر دِل

دھڑکنوں پہ والہانہ رقص کرتے ہیں
یہ کیسا خواب ہے
کہ آنکھ کھلنے پر بھی اس کے سارے منظر
آنکھ سے اوجھل نہیں ہوتے



ہوم ایڈریس

میں گہری جھیل کی صورت ہوں
اور اِس جھیل کی تہ میں
وہ سب کچھ ہے
جسے میری ریاضت نے چھپا رکھا ہے دُنیا سے
مرے احساس کی پرتیں
مرے جذبوں کی دُنیائیں
مرے ہونے کی جتنی بھی دلیلیں ہیں
وہ سب اس جھیل کی تہ میں کہیں موجود ہیں
آنکھوں سے اوجھل ہیں
اگر مجھ سے کبھی ملنے کی خواہش ہو
تو یوں کرنا

کنارہ چھوڑ کر اس جھیل کے اندر اُتر جانا
وہیں تم کو ملوں گا میں
وہیں پَر خواب ہیں میرے
وہیں میرے سبھی گزرے دِنوں کی یادگاریں ہیں
وہیں میرا ٹھکانا ہے



کیوں بیٹھے ہو

میں نے یہ اکثر سوچا ہے
چاہت کیا ہے
کتنا چاہا جا سکتا ہے
کیسے اِک احساس کو ماپا جا سکتا ہے
چاہت کے اعماق میں پنہاں
بے چہرہ احساس کی کوئی کھوج لگائی جا سکتی ہے
کیا کوئی معیار مقرر ہو سکتا ہے؟
اِک آواز نے میری سوچ پہ دستک دے کر
مجھ سے پوچھا
کیا یہ سانسیں جن کی بابت زندہ ہو تم
کیا یہ سانسیں گن سکتے ہو

کیا آنکھوں میں پلنے والے سارے دُکھ پہچانتے ہو
کیا تم آنکھ کے اندر جا کر
آنکھ سے باہر آنے والے اشکوں کی تصویریں ڈھونڈ کے لا سکتے ہو؟
کیا تم ایسا کر سکتے ہو
کیا تم کو معلوم ہے
آنکھیں خواب کہاں سے لے آتی ہیں
کیا تم سارے خواب سنبھال کے رکھ سکتے ہو
کیا تم رات کی رانی کی خوشبو کا پیچھا کر سکتے ہو
کیا تم ہاتھ نہ آنے والے
سارے رنگوں ساری خوشبوؤں سے اپنا ناطہ توڑ کے
پھر بھی زندہ رہ سکتے ہو؟
کیا تم جو بھی کرنا چاہو کر سکتے ہو
جب تم کچھ بھی کر نہیں سکتے
پھر بے کار سی سوچیں لے کر کیوں بیٹھے ہو
پیار کرو!!



آگے کچھ نہیں

کہنے والے نے کہا
اَب اِس سے آگے کچھ نہیں
زندگی کی زرد رُت میں
نوحہ خوانی کے سوا



تصویریں

گلے ملتا نہیں لیکن
گلے ملنے کی خواہش کی وہ یوں تکمیل کرتا ہے
گلے ملتے ہوئے لوگوں کی
تصویریں دِکھاتا ہے



کہانی کار

محبت خواب بُنتی ہے
مگر جب خواب اپنی داستاں تحریر کرتے ہیں
تو ہر کردار جیسے جاگ اُٹھتا ہے
کہانی زندہ رہتی ہے
کہانی کار
لیکن وقت کی تحویل میں دم توڑ جاتا ہے



خوشبو

مری سانسیں
مرا ماحول
میرے گھر کی اِک اِک چیز، ہر لمحہ
معطر ہے
یہ کس موسم کی خوشبو ہے



اُسے معلوم ہے

وہ سب کچھ جانتا ہے
پھر بھی جانے کیوں
بڑی معصومیت سے اس نے پوچھا ہے
یہ کیسی بے قراری ہے
یہ کیسی کھوج ہے
یہ رتجگے کیا ہیں
یہ پہروں سوچتے رہنا
خلاؤں میں کوئی اَن دیکھی دُنیا کھوجتے رہنا
کبھی بے وجہ ہنس دینا
کبھی پلکوں پہ تارے سے سجالینا
یہ آخر ماجرا کیا ہے

کوئی تو نام دو اس کو
میں چپ ہوں کیا بتاؤں میں
مجھے معلوم کیا
یہ کھوج کیسا ہے
یہ پیہم رتجگے کیا ہیں
اُسے معلوم ہے سب کچھ



احساس کی اُجلی سجیلی صورتیں

وہ پھولوں سی حسیں ہے
پھول،کلیاں،رنگ،خوشبو،سُر
یہ سب احساس کی اُجلی سجیلی صورتیں
اس کی حسیں دُنیا کا حصہ ہیں
وہ رنگوں کی رفاقت میں
محبت کی ردا اوڑھے
عجب اِک شان سے اُجلے مناظر
آنکھ کی پُتلی میں یوں محفوظ کرتی ہے
کہ اِس کی دلنشیں آنکھوں میں مستی پھیل جاتی ہے
وہ اکثر چاندنی راتوں میں پہروں
بالکونی میں اکیلی

چاند سے اپنے حسیں احساس کا اظہار کرتی ہے
ہوا سے باتیں کرتی ہے
وہ سب سے بے خبر ہو کر
کسی اَن دیکھی دُنیا کی سیاحت کرنے لگتی ہے
وہ اپنی ذات کے اندر اُترتی ہے
حسیں یادوں کی الماری کے پٹ کھلتے ہیں
یادیں آگے بڑھ کر اس کا استقبال کرتی ہیں
وہ سرشاری کے عالم میں،عجب بے اختیاری میں
حسیں یادوں کو سینے سے لگاتی
رنگ،خوشبو میں بسے لمحوں کو مس کرتی ہے
پیہم گنگناتی ہے
وہ پھولوں کے حسیں گجرے کلائی پر سجائے
نرم و نازک خوشنما پھولوں کی پوروں میں گندھی روئیدگی
اور دودھ ایسی چاندنی کو اس طرح محسوس کرتی ہے
کہ ساری بھیگ جاتی ہے
ہوا اس کے حسیں بالوں کو جب چُھو کر گزرتی ہے
تو اس کے عارض ولب ایک انجانی خوشی سے کھلنے لگتے ہیں
وہ اکثر بالکونی میں اکیلی
چاندنی میں بھیگتی ہے
رات آنکھوں میں بتاتی ہے



ایک جگنو

ایک جگنو
رات کے دامن پہ
تا وقتِ سحر
روشنی کے اِک سفر کی داستاں لکھتا رہا
صبح دم
جب روشنی پھیلی
تو اس ننھے مسافر کا سُنہری پیرہن
روشنی کی تیز کرنوں میں
جھلس کر رہ گیا



آنکھیں

اُس کی آنکھوں کو دیکھ کر آنکھیں
محوِ حیرت ہیں اور سوچتی ہیں
کس قدر بھید ہیں نہاں اِن میں
جانے کیا کیا سوال کرتی ہیں
عارض و لب کا عکس ہے اِن میں
جھیل جیسی شفاف لگتی ہیں
کون کر پائے مطمئن ان کو
کیسے منظر کی یہ تلاش میں ہیں
کیسے خوابوں کا ہے گزر اِن میں
کیسی سرشاریوں کا مرکز ہیں
کیسا ہوگا وہ خوبرو چہرہ

جس کی زینت ہیں یہ حسیں آنکھیں

اِک قیامت ہے دیکھنا ان کا

ڈر کے دیکھی ہیں دلنشیں آنکھیں

میری آنکھیں تو اتنا جانتی ہیں

صورت مے کدہ ہیں یہ آنکھیں



اُسے کہنا

اُسے کہنا

وہ خوشبو اوڑھ لے

میں خوشبوؤں سے پیار کرتا ہوں

وہ رنگوں میں اُتر آئے

میں رنگوں سے شناسا ہوں

اُسے کہنا

کسی نغمے کی لے بن کر

مرے دل میں اُتر جائے

مری پلکوں پہ ہر دم لڑکھڑاتے آنسوؤں کو

اوس قطروں میں بدل ڈالے

اُسے کہنا

میں تنہا ہوں

مجھے آواز دے

میں لوٹ آؤں گا



مرے سب خواب

اُسے یہ کون بتلائے
مرے سب خواب
میری روح
میرے جسم کی کمزور دیواریں
اب اس کی بے حسی کے
آہنی تیشے کی زد پر ہیں



وہ بات

سبھی کے چہروں پہ کب لکھی ہے
سبھی کی آنکھوں سے کب عیاں ہے
وہ بات
جس کا ہے خوف تم کو
وہ بات
جس سے میں ڈر رہا ہوں



اثاثہ

نازنخرہ ،ادا،شرارت
بدن میں پھیلی ہوئی محبت
یہی اثاثہ ہے زندگی کا
اسی سے رنگوں کی آبرو ہے
اسی سے قائم ہیں ربط سارے
یہی پہ کھلتے ہیں پھول سارے
کہیں پہ تم ہو کہیں پہ میں ہوں
جو آنکھ کھولو تو دیکھ پاؤ
جو دِل میں اُترو تو جان پاؤ
مگر تمھیں تو نہیں ہے فرصت
تمھیں بہت سے ہیں کام کرنے

میں کیسے تم کو بتا سکوں گا
یہ موڑ کیسا ہے
کس لیے ہے
تمھیں کبھی جو ملے گی فرصت
تو وقت شاید نہیں رہے گا



سنو !

سنو !
تم نے کبھی دیکھا ہے اس کو
نہیں نا
چپ رہو پھر



ہجرت

پرندوں نے پرندوں سے کہا
آؤ یہ بستی چھوڑ دیں
ہجرت کریں
یہ وقتِ ہجرت ہے
یہاں رہنا کسی بھی طور اَب بہتر نہیں ہے
چلو آؤ
طلوعِ صبح سے پہلے نکلنے کی کوئی صورت کریں
ایسا نہ ہو یہ ساری بستی جاگ جائے
اور سارے راستے مسدود ہو جائیں
یہاں کے منصفوں کی، حکمرانوں کی ہر اِک منطق نرالی ہے
یہاں ہر چیز بکتی ہے

یہاں ہر شے کی قیمت ہے
یہاں کیا کیا نہیں ہوتا
یہاں طاقت کے بل بوتے پہ جو چاہو وہ ممکن ہے
ہماری چہچہاہٹ کے کوئی معنی نہیں ہیں
ہمارے دلنشیں نغمات کی کس کو ضرورت ہے
یہاں اہلِ ہوس نے اپنی مرضی کا ہر اِک منظر تراشا ہے
نیا سورج نکلنے میں ابھی کچھ دیر باقی ہے
ابھی کچھ زلزلے کچھ آندھیاں جاروب کش ہوں گی
ابھی نقارہ بجنا ہے
ابھی پردوں کے پیچھے جگمگاتی روشنی کو ماند ہونا ہے
ابھی خیمے اُکھڑنے ہیں
ابھی منظر بدلنا ہے
چلو آؤ کسی ویراں جزیرے پر اُترتے ہیں



محبت

دیا گُل کر دیا جائے
جسے جانا ہے واپس لوٹ جائے
محبت بے دِلی کو راہ کا پتھر سمجھتی ہے
محبت باہمی احساس کی چھاؤں میں پلتی ہے
محبت وسوسوں کو پھولنے پھلنے نہیں دیتی
محبت موسموں کی بے یقینی میں یقیں کا بیج ہوتی ہے
محبت لہلہاتا کھیت ہے
رنگوں کی برکھا ہے
محبت پھول کے عارض کو چُھو کر رقص کرتی
تتلیوں پہ کھلتے رنگوں کی کہانی ہے

محبت چاندنی راتوں کا جادو
جگنوؤں کے دیس سے آئی ہوئی ٹھنڈی ہوا ہے
صبح کا شاداب منظر ہے
محبت شام کی گہری اُداسی میں
حسیں خوابوں کو آنکھوں میں بسانے کی ریاضت ہے
محبت راحتیں تقسیم کرتی
منتظر دہلیز پر رکھی ہوئی اُمید ہے
اِک آرزوئے وصل ہے
میٹھی حرارت ہے
محبت وادیوں میں قوس بنتی رہ گزر کے موڑ پر
اِک مدھ بھری آواز ہے، اٹھکیلیاں کرتی ہوئی
الھڑ جوانی ہے
محبت روح کا نغمہ ہے آنکھوں کی عبادت ہے
محبت سجرے پھولوں سے سجا گلدان ہے
شمع کی لو ہے، اوس کا نم، کھلتی کلیوں کا تبسم
موسم سرما میں آتش دان جیسی ہے
محبت آبشاروں کا ترنم بہتے چشموں کی روانی ہے
محبت گریۂ یعقوب ہے
یوسف کی خوشبو ہے



دستک

صبح دم ایک ننھی چڑیا نے
میری کھڑکی پہ دستکیں دے کر
اپنے لہجے میں یہ کہا مجھ سے
زندگی کتنی خوبصورتی ہے
آؤ دیکھو
یہ خوشنما منظر
آؤ کچھ دیر میرے ساتھ چلو



خدشہ

اُسے آنا تو ہے لیکن
مجھے یہ فکر لاحق ہے
کہیں وہ دیر نہ کر دے!!



بات اِتنی سی ہے

باوفا کون ہے بے وفا کون ہے
تذکرہ اس کا کرنے سے کیا فائدہ
اک تعلق کہ تھا خوبصورت بہت
اب نہیں ہے تو کیا
لوگ کھو جاتے ہیں، لوگ مر جاتے ہیں
بات اتنی سی ہے
خوبصورت ہو کوئی تعلق یا پل
اس کی خوشبو کسی طور مرتی نہیں!



اُسے کیسے بھلاؤ گے؟

بجا ہے تم بھلا دو گے سبھی گزری ہوئی باتیں
مگر وہ شخص
جو خود روٹھتا تھا
اور خود ہی مان جاتا تھا
اُسے کیسے بھلاؤ گے؟



گٹھڑی

بعد مدت کے اسے دیکھا تو محسوس ہوا
اس کی آنکھوں میں جو اک خواب تھا
وہ خواب ابھی
اس کی پلکوں پہ لرزتے ہوئے اشکوں میں کہیں
ہر نئی صبح گئے وقت کی گٹھڑی لے کر
ساری دنیا سے الگ بیٹھتا ہے
گٹھڑی کی گرہ کھولتا ہے
اپنے بکھرے ہوئے لمحات کی سب قاشوں کو
اک نئے ربط میں لاتا ہے رفو کرتا ہے
اور اس عالمِ بیداری میں
ان کہے لفظوں کو رک رک کے ادا کرتا ہے
نیند کی دیوی سے ملنے کی دعا کرتا ہے



پانی کا ریلا

پہاڑوں سے اُترتا تندرو پانی کا ریلا
کس قدر منہ زور ہوتا ہے
کسی صورت کوئی بھی اس کا رستہ روکنا چاہے
تو ٹکراتا ہے غراتا ہے
اپنی موج میں بہتا چلا جاتا ہے
کچھ پرواہ نہیں کرتا
چٹانیں توڑتا ہے پتھروں کو ریزہ ریزہ کرتا جاتا ہے
کبھی غصے میں بل کھاتا ہے
سر اوپر اُٹھاتا ہے
عجب انداز سے سارے مناظر دیکھتا ہے
راستے ہموار کرتا ہے

جنوں کی داستانیں رقم کرتا بڑھتا جاتا ہے
پہاڑوں کی بلندی سے اتر کر
وادیوں میں ایک شانِ دلربائی سے اُترتا ہے
تو ہر سو سبزہ وگل کا تبسم پھیل جاتا ہے
ہوائیں گیت گاتی ہیں
تلاطم خیزیاں گہرائیوں سے آشنا ہو کر
نیا منظر بناتی ہیں
جنوں آمیز لہریں وسعتوں کو اوڑھتی ہیں
پھیل جاتی ہیں
زمیں کے خشک ہونٹوں پر جمی پپڑی اُترتی ہے
زمیں کی پیاس بجھتی ہے
محبت سرخرو ہوتی ہے
اِتراتی ہے
خوشبو میں بسے احساس کو ملبوس کرتی ہے
محبت بہتا دریا ہے
جنوں پرور بھی ہے، منہ زور بھی
گہرائیوں اور وسعتوں سے آشنا بھی ہے
یہی دریا
ہماری ذات کی بنجر زمیں سیراب کرتا ہے
ہمیں شاداب کرتا ہے



زرد بیل

بظاہر خوش نما ہے
نرم و نازک ہے
بھلی لگتی ہے آنکھوں کو
مگر اس کی رفاقت میں
گھنے پیڑوں کی شاخیں، سبز پتے
زرد رت کو اوڑھ لیتے ہیں
یہ پیڑوں کی گھنی چھاؤں میں زردی گھول دیتی ہے
مگر یہ کیا کہ یہ اپنے ہدف کے ساتھ
خود کو بھی مٹاتی ہے
عجب یلغار ہے اس کی
یہ سب کچھ جیت کر بھی خوش دلی سے ہار جاتی ہے

یہ گہرے زرد رنگ کی خوش نما سی نرم و نازک سی
عجب مخلوق ہے
جو زندگی اور موت کو بالکل نیا مفہوم دیتی ہے
نئے انداز سے اک ساتھ جینے اور مرنے کی کہانی رقم کرتی ہے



اِترایا ہوا پیکر

محبت بانٹتی آنکھیں
شرارت سے بھرا لہجہ
بدن اپنے کسی احساس میں ملفوف
اِترایا ہوا پیکر
نہاں خانہ دل میں اَن گنت مدوجزر
بانکی سجیلی چال
باتوں میں گھلا اَمرت
عجب رنگوں میں،خوشبو میں
مدھر گیتوں کی لے میں
سرتا پا سرشار
اِٹھلاتی ہوئی

اپنے تصور میں بسائے اپنی جنت
پھر رہی ہے
خوبصورت منظروں میں
ایک شہزادی
ہوا بھی دم بخود ہے
وقت کی رفتار بھی کم ہے
کہ اس کی مدھ بھری آنکھوں کی مستی
دھیرے دھیرے
موسموں میں گھلتی جاتی ہے



رتجگے

میری آنکھوں میں رتجگے ہیں بہت
نیند کچھ خواب بن کے لائی ہے
اس سے کہنا
اگر اجازت ہو
نیند کو اِذنِ حاضری دے دوں



منظر

نہ جانے کتنے منظر ہیں
جو اس کی آنکھ سے ٹکرا کے پیچھے ہٹتے جاتے ہیں
نہ جانے کونسا منظر ہے
جو اس کی حسیں جادو بھری آنکھوں میں یوں ٹھہرا ہوا ہے کہ
وہ آنکھیں بند بھی کر لے
تو منظر دیکھ لیتا ہے



شہزادی

نیم خوابیدہ کوئی شہزادی
بسترِ شب سے لے کے انگڑائی
خواب کے سحر سے نکلتی ہوئی
گیسوؤں کو سنوارتی ہے جب
پھول کلیوں سے پھوٹتی خوشبو
شبنمی گھاس میں گھلی ٹھنڈک
ننھی چڑیوں کا گنگناتا روپ
اور دھرتی کے کھلتے عارض پر
پہلی کرنوں کا اولیں بوسہ
زندگی کو نکھار دیتا ہے
زندگی مسکرانے لگتی ہے

صبحِ نو کے حسیں تسلط سے
پورا منظر دمکنے لگتا ہے
ظلمتوں کا غرور ٹوٹتا ہے
خوشنمائی سے دلربائی تک
حسنِ فطرت سے حسنِ انساں تک
مطمئن ہوں کہ میرے لفظوں نے
سارے رنگوں کو چھو کے دیکھا ہے



آ ؤ اِک روز ....

آ ؤ اِک روز آ کے دیکھو تم
میری آنکھوں میں جو اُداسی ہے
یہ اُداسی بھی باتیں کرتی ہے
تم جو چاہو
تو آ کے چپکے سے ایک ایک بات جان سکتے ہو
عین ممکن ہے جان پاؤ تم
یہ سرِ شام پھیلتے سائے اور
یہ کنارے شب
ڈوبتا ہوا سورج
اِک کہانی سنا رہا ہے ہمیں
آ ؤ بیٹھو کہانی سنتے ہیں



لفظوں کی اوقات ہی کیا ہے !

لفظوں کی اوقات ہی کیا ہے
ان سے ان کے معنی چھین لیے جائیں تو
باقی کیا بچتا ہے!
خالی خولی بے توقیر سے حرف جنہیں ہم
جب بھی چاہیں
ذہن کے قبرستان میں اِن کو
بن روئے دفنا سکتے ہیں
اپنے جیون میں تبدیلی لا سکتے ہیں
بے حس ہو کر ہنس سکتے ہیں
جی سکتے ہیں
لفظوں کی اوقات ہی کیا ہے



اَن دیکھا پیکر

مرے احساس نے
لفظوں کی خوشبو اوڑھ کر
میرے تصور سے
کسی اَن دیکھے پیکر کو
نظر کے سامنے لانے ،
اُسے محسوس کرنے کی انوکھی آرزو کی ہے
میں خوش تو ہوں مگر
یہ سوچ کر حیرت زدہ بھی ہوں
خدا معلوم
وہ کیسی ہے
اُس کے روپ کی سج دھج کا کیا عالم ہے

اُس کی آنکھیں کیسی ہیں
لب و رخسار کیسے ہیں
وہ کیسے بات کرتی ہے
وہ چلتی ہے تو
اُس کی چال سے موسم ادائیں کیسے لیتے ہیں
وہ رُکتی ہے
تو کیسے وقت اس کے ساتھ رُکتا ہے
گھنے بالوں کو کیا وہ اپنے شانوں پہ بکھرنے کی اجازت دان کرتی ہے
یا خود کالی گھٹائیں آ کے
موسم کو بدلتی ہیں
مری چشم تصور
اس کے لہجے اس کے لفظوں سے کہیں آگے
کسی اُجلے سے منظر میں
اُسے جب دیکھتی ہے
تو سلیقے سے
کبھی اُس خوشنما پیکر کی تصویریں بناتی ہے
کبھی اُس شوخ کے احساس کی تجسیم کرتی ہے
یہ کیسی حیرتوں کے درمیاں
میرا ہنر میری ریاضت دم بخود ہے
مری چشم تصور پر یہ منظر کس لیے کُھلتا نہیں ہے



ختم شد

ہم نے تسلیم کر لیا ہے کہ ہم
خوشبوؤں کے حسین موسم میں
کوئی منظر سجا نہیں پائے
راستے ہم سے بے خبر سے رہے
اور ہم بھی رستوں سے
کوئی رشتہ نبھا نہیں پائے



ہوا شکوہ کناں ہے

مری سانسوں میں اُتری خوشبوئیں
اور سبزہ گل سے مزین کوہساروں،
بہتے چشموں، گنگناتی آبشاروں کی جبیں کو چومتا
سرشار ہوتا یہ مرا بھیگا ہوا پیکر
مری رفتار
میرا موسموں کے ساتھ ہر لمحہ بدلتا پیرہن
اور خوشنما پھولوں، پرندوں، ننھے بچوں،
اور گہری نیند میں سوئی ہوئی
الہڑ جواں شہزادیوں اور شہ زادوں کے حسیں خوابوں میں
ہر دم شبنمی احساس سے لبریز
لاکھوں خواہشیں تقسیم کرتا،

شام کی گہری اُداسی میں حسیں یادوں کو اذنِ گفتگو دیتا،
نئ صبح کے اُجلے منظروں میں
خواب کی تعبیر کے امکان رکھتا،
دلنشیں کردار
اتنا مضمحل کیوں ہے؟
زمیں زادے مرے اس دلنشیں کردار سے اب بدگماں کیوں ہیں
یہ آخر کس لیے؟
بگڑے ہوئے حالات کی زد پہ ہے
آخر کون ہے وہ؟
جس نے مجھ سے خوشبوئیں لے کر مجھے بارود کی بو
بے حسی کی گرد میں لپٹا ہوا
ماحول بخشا ہے
مرے اُجلے بدن کو کس نے میلا کر دیا ہے



نئ صبح طلوع ہو گی

نئ صبح طلوع ہو گی
مگر اس صبح سے پہلے
مسلط رات کے پہلو سے
کچھ اندھی سیاہ راتیں جنم لیں گی
اندھیرا اپنے پنجے گاڑ دے گا
ہر طرف اِک رائیگانی رقص کرتی
بستیوں میں پھیل جائے گی

یہ ہونا ہے
کہ اس ہونے کی تیاری مکمل ہے
ہمارے منفعل کردار نے تاریکیوں کی فصل بوئی ہے
ہمیں یہ کاٹنا ہو گی

مسلسل بے حسی کو اب نتیجہ خیز ہونا ہے
یہ فطرت کے تقاضے ہیں
نئی صبح طلوع ہو گی
مگر اس صبح کا روشن سویرا کون دیکھے گا
کہ سورج کو تو ہم نے خوش دلی سے
لمبی چھٹیاں دے کے کوسوں دور بھیجا ہے



اُدھورے خواب کی کچھ اس طرح تعبیر کرنا ہے
فسانے پر حقیقت کا گماں تحریر کرنا ہے

گریزاں سائے کو واپس بلانا ہے کسی صورت
میں اس کو اوڑھ لوں ایسی کوئی تدبیر کرنا ہے

جو آنکھوں میں مقید ہیں کہیں ظاہر نہ ہو جائیں
مسلسل رتجگوں کو باعث توقیر کرنا ہے

اُٹھا کر طاق پر رکھنا ہیں سب گزری ہوئی باتیں
جو لمحے سامنے ہیں اَب اُنھیں تصویر کرنا ہے

مسافت کی تھکن سے سرگراں ہو کر نہیں چلنا
سلگتی رہ گزر کو پاؤں کی زنجیر کرنا ہے

جو پس منظر ہے اُس کو پیش منظر میں بدلنا ہے
کسی بھی طور اب یہ مرحلہ تسخیر کرنا ہے



آ گیا ہوں میں سرخرو ہو کر
تن بریدہ لہو لہو ہو کر

دیکھ ، تھوڑا سا احترام تو کر
کوئی آیا ہے با وضو ہو کر

میرے لفظوں کو ہو عطا پیکر
کر مسیحائی گفتگو ہو کر

میں اُجالا ہوں چاند راتوں کا
چل مرے ساتھ روبرو ہو کر

میرے خوابوں کو آئینہ کر دے
آ کسی روز ہو بہو ہو کر

راستے میں کہیں نہ کھو جاؤں
یوں مجھے ڈھونڈ جستجو ہو کر



بھولا ہوا نہیں ہوں بھلایا ہوا ہوں میں
شاید کسی کہانی میں لکھا ہوا ہوں میں

نقش قدم ہوا سے مٹائے نہ جا سکے
اس طور اِک دیار سے گزرا ہوا ہوں میں

مت جان کہ میں ذات کے معبد میں قید ہوں
فطرت کی پور پور میں اُترا ہوا ہوں میں

پھولوں میں کر تلاش مجھے خوشبوؤں میں ڈھونڈ
ان وادیوں میں ہی کہیں کھویا ہوا ہوں میں

اب تک فضا میں گونجتی ہے اس کی بازگشت
اِک گیت کی طرح کہیں گایا ہوا ہوں میں

منظر سبھی سجے ہوئے اِک آئینے میں ہیں
اور آئینے کے روبرو رکھا ہوا ہوں میں

ہر لمحہ لفظ اوڑھ کے رہتا ہوں منتظر
جیسے کسی خیال کا سوچا ہوا ہوں میں

پوچھا کسی نے خواب دریچے سے جھانک کر
کیوں اپنے گرد و پیش سے روٹھا ہوا ہوں میں

معنی سے دست کش ہوا احساس کس طرح
مدت سے اس سوال میں اُلجھا ہوا ہوں میں



تعلق کے تقاضوں کو نبھانا
کوئی جب روٹھ جائے تو منانا

بہت لازم ہے یہ راہِ وفا میں
کسی کے ساتھ مل کر مسکرانا

کوئی آئے تو استقبال کرنا
کسی کے واسطے خوشبو لگانا

طلبگاری کی اپنی راحتیں ہیں
طلبگاری کو مٹنے سے بچانا

ہوا کے ہاتھ سندیسے نہ دینا
جو کہنا ہے اُسے جا کر سنانا

وہ پھولوں سے کہیں نازک ہے خالدؔ
اُسے سانسوں کی گرمی سے بچانا



تھا بہت واضح مری تحریر سے
مدعا عنقا ہوا تفسیر سے

آنکھ میں ٹھہرا ہوا غم دیکھ لے
ربط ہے اس کا مری توقیر سے

درد میں تخفیف اَب ممکن نہیں
ہو گیا غافل کوئی اکسیر سے

ماجرا کوئی بھی ہو ، ہے بے بسی
کیسے ٹکرائے کوئی تقدیر سے

تجھ میں اب پہلے سی رعنائی نہیں
ہے عیاں سب کچھ تری تصویر سے

خواب کیا دیکھیں گی اَب آنکھیں مری
خوف سا آنے لگا تعبیر سے

بڑھ گئیں کچھ اور بھی بے تابیاں
بس یہی حاصل ہوا تشہیر سے

کب تلک آزاد رہتے آخرش
ہو گئے ہم رشتہ اِک زنجیر سے



جو اَنا پرور ابھی رہتے ہیں انکاری بہت
ایک دِن ہونا پڑے گا اُن کو اقراری بہت

موسم گل بے خیالی میں گزر جائے گا جب
موسم گل کی ستائے گی طلبگاری بہت

بے سبب جو ہیں گریزاں بے سبب خاموش ہیں
اُن کا پچھتاوا بنے گی یہ اداکاری بہت

جب کبھی چھا جائے گی احساس پر یخ بستگی
یاد آئے گی کسی کی گرم گفتاری بہت

ایک آہِ سرد سے برفاب ہو جائے گا دِل
سانس لینے میں کسی کو ہو گی دشواری بہت

شام اپنے ساتھ لے آئے گی تنہائی کے دُکھ
منتظر آنکھوں پہ بھاری ہو گی بیداری بہت

یاد آئیں گی ، گئے موسم کی ساری راحتیں
طعنہ زن ہو گی زمانے کی ریاکاری بہت

گوش بر آواز ! لائی ہے یہ سندیسہ ہوا
پیڑ میں ہے اَب بھی امکانِ ثمر باری بہت

رونما ہو گا یقیناً پھر سے کوئی معجزہ
اُس کے لہجے میں اُتر آئے گی غم خواری بہت



صورتِ خواب رہا خواب دکھانے والا
ہو بھی سکتا تھا کہیں دیپ جلانے والا

کون جانے کہ یہ دستک ہے سلامت کب تک
کس کو معلوم ہے کب آئے گا آنے والا

رتجگے آنکھ کی دہلیز پہ آ بیٹھے ہیں
لے گیا نیند کوئی چھوڑ کے جانے والا

بہتے پانی پہ جو اِک نام لکھا تھا اس نے
میں کہانی کا وہ کردار نبھانے والا

کتنے بے نام حوالوں سے مرے سامنے تھا
کیسے لہجوں میں مجسم تھا ستانے والا

اُس کی ہر یاد سے وابستہ مرا ذوقِ ہنر
وہ تخیل کے در و بام سجانے والا

جس نے ٹھہرے ہوئے پانی کو روانی بخشی
کیا مٹا پائے گا وہ نام مٹانے والا

صبح کی آنکھ اُجالے سے تہی لگتی ہے
بس یہی بات بتاتا ہے بتانے والا



قدم قدم پہ وفا کے دیے جلا کے چلے
دیارِ عشق میں اپنی اَنا مٹا کے چلے

یہ ابتدائے محبت کے مرحلے ہیں حضور
ابھی سے ساتھ کہاں آپ اس بلا کے چلے

ہمارا راستہ روکا ہے اُس نے یہ کہہ کر
جناب آپ ہمیں کیسے یوں رُلا کے چلے

یہ دل! کہ رابطے اِس کے لیے اذیت تھے
یہ آپ ہیں کہ اُسے کچھ نہ کچھ منا کے چلے

تم اُن سے ترکِ تعلق کی بات مت کرنا
جو تم سے عہد محبت نبھا نبھا کے چلے

ہمیں وہ اپنی نگاہوں میں محترم کردے
ہمارے ساتھ وہ اپنے قدم ملا کے چلے

کوئی طبیب سے کہہ دے کہ روگ پہچانے
کوئی مریض سے کہہ دے کہ سر اُٹھا کے چلے

چلو ! جلائیں دلوں میں وفا کی قندیلیں
چراغ لے کے کہاں سامنے ہوا کے چلے



کانپے کسی کے ہاتھ نہ آنسو کوئی گرا
کس درجہ حوصلے سے لکھا حرفِ ناروا

یہ اپنے اپنے ظرف کی، ہمت کی بات ہے
جو ہم کبھی نہ کر سکے وہ اُس نے کر دیا

جلتا رہے گا میرا بدن خامشی کے ساتھ
تجویز کر گیا ہے وہ میرے لیے سزا

کس سے کہیں کہ کوشش پیہم کے با وجود
روکا نہ جا سکا کبھی یادوں کا راستہ

بچھڑا وہ یوں کہ لوٹ کر آیا نہ پھر کبھی
میں شہر درد میں اُسے دیتا رہا صدا



کچھ معتبر حوالے بھی نا معتبر ہوئے
معنی کے تار و پود میں زیر و زبر ہوئے

نکلا قلم کی نوک سے اِک حرف ناسپاس
پھر رفتہ رفتہ رابطے سب مختصر ہوئے

جن کے لیے ہوائیں تھیں پیغام بر کبھی
ایسی گھٹن بڑھی کہ وہی بے ہنر ہوئے

آنکھوں میں جتنے خواب تھے اشکوں میں بہہ گئے
ہونٹوں پہ جتنے گیت تھے سب بے اثر ہوئے

اُتری رگِ حیات میں بے نام سی چبھن
پھر سارے زخم کھل اُٹھے سب کارگر ہوئے

جذبے کی پور پور میں خوشبو بسی رہی
لمحے کسی کی یاد میں کچھ یوں بسر ہوئے

اُلٹے قدم چلے تو نشاں تک نہ مل سکا
آگے بڑھے تو راستوں سے بے خبر ہوئے

کچھ تھا کہیں جو خامشی سے ہو گیا جدا
پھر یوں ہوا کہ اجنبی دیوار و در ہوئے



کسی صورت طلبگاری کو اِتنا معتبر کردے
کہ جو بھی درمیانی فاصلہ ہے مختصر کر دے

تمھارے خال وخد اس طور آنکھوں میں سما جائیں
جدھر دیکھوں مقدر خوبرو چہرہ اُدھر کردے

تمھارا روپ کھل جائے مرے احساس کو چھو کر
تمھارے لمس کی خوشبو معطر بام و در کر دے

تمھارے کاش کو بھی کاش مل جائے پذیرائی
تمھارے لیکھ میں قسمت کوئی ایسی سحر کردے

حسیں رُت کا تقاضا ہے سمٹ جا میری بانہوں میں
مرے جذبوں کی ساری کروٹیں زیر و زبر کردے

کبھی مسرور لمحوں میں اُتر کر دیکھ اس دل میں
کسی روٹھی ہوئی خواہش کو پھر سے کارگر کردے

گرا کر ساری دیواریں ملن کی آس زندہ کر
جو ممکن ہو تو ساری بے بسی کو بے اثر کردے



کوئی گرتا ہے گرے درد سے لاچار گرے
بے نیازی کا تقاضا ہے وہ سو بار گرے

کوئی آنکھوں سے گرے یا سر بازار گرے
درد اَب ایسا عطا ہو تیرا بیمار گرے

رہ گزر کیسی تھی اور کیسا سفر تھا اپنا
ہم کئی بار اُٹھے اور کئی بار گرے

وقت کی رو پہ ٹھہر جاتا ہے آنسو بن کر
خواہش وصل میں جو لمحۂ بیدار گرے

کیا فرق پڑتا ہے احساس کے شل ہونے پر
گرنے والا اگر اِس پار یا اُس پار گرے

کیا عجب یہ بھی کسی روز تماشا دیکھیں
اِک طرف ساقی تو اِک سمت میں مے خوار گرے

کیسے ممکن ہے کہ میں اس کو گوارا کر لوں
اس کا پندار گرے یا مرا پندار گرے

اپنے احساس کی چوکھٹ پہ گرا ہوں ایسے
’جس طرح سایۂ دیوار پہ دیوار گرے‘

ہم نے سو طرح سے چاہا کہ بسر ہو جائے
اپنے ہاتھوں سے کسی طور نہ پتوار گرے

دستکیں کیسے اُسے نیند سے بیدار کریں
جس کی آنکھوں پہ حسیں خوابوں کا انبار گرے

حسرتِ دید نے کر رکھا ہے بے کل جب سے
منتظر وقت ہے کب تیرا طلب گار گرے

تھام کر ہاتھ اگر ہاتھ میں دمساز چلے
کیا یہ ممکن ہے محبت کا سزاوار گرے



کیا کہوں کس خیال میں گم ہوں
گردشِ ماہ و سال میں گم ہوں

کس قدر ہیں سوال آنکھوں میں
بس اسی اِک سوال میں گم ہوں

دیکھ کتنا خیال ہے تیرا
تیرے ماضی میں ، حال میں گم ہوں

ٹوٹ جاتا ہوں بے دھیانی سے
کب سے اِک دیکھ بھال میں گم ہوں

کب سے بس روبرو ہے آئینہ
کب سے میں خد و خال میں گم ہو



ہم کہانی سے جدا بھی تھے، کہانی میں بھی تھے
صورتِ احساس اپنی رائیگانی میں بھی تھے

خواب بھی کچھ آنکھ کے جلتے ہوئے خیموں میں تھے
اور کچھ یادوں کے پل اِک بے زمانی میں بھی تھے

زندگی بھی تھی کہیں کچے گھڑے کے روپ میں
موت کے آثار دریا کی روانی میں بھی تھے

ایک گہری چپ بھی تھی دیوار و در کے آس پاس
گفتگو کے سلسلے اس بے زبانی میں بھی تھے

ہو گئے تھے اِس لیے بھی منظروں سے ہم جدا
کچھ حوالے ذات کے اِک غائبانی میں بھی تھے

ہم بھی شاید تھے کسی بے درد موسم کے اسیر
اور کڑوے ذائقے کچھ بدگمانی میں بھی تھے



وہ سارے مسئلے حل کر گیا ہے
مجھے منظر سے اوجھل کر گیا ہے

وہ آیا تھا مری تکمیل کرنے
مجھے وہ نامکمل کر گیا ہے

مرا احساس میری آبرو تھا
مرے احساس کو شل کر گیا ہے

وہ میری روح میں اُترا ہے ایسے
مری سوچیں مقفل کر گیا ہے

مری آنکھیں کہ صحرا بن گئی تھیں
مری آنکھوں کو جل تھل کر گیا ہے

تعلق کا یہ کیسا سلسلہ تھا
کہ ٹوٹا ہے تو گھائل کر گیا ہے

وہ جب تک ساتھ تھا تو زندگی تھی
وہ بچھڑا ہے تو پاگل کر گیا ہے



اس طور بے دھیانی کی تجدید کیجئے
سوچے بغیر بات کی تمہید کیجیے

ذہنوں کو فکرِ تازہ سے رکھیے گریز پا
جو پیش رو ہے اس کی اب تقلید کیجئے

ہر بات کو رد کیجئے اور کرتے جایئے
سمجھے بغیر کیجیے، تنقید کیجئے

لے آیئے کہیں سے اُٹھا کر نیا خیال
پھر اس کی پورے زور سے تردید کیجئے

مت سوچیے کہ سوچنا کارِ محال ہے
واعظ کی بات سنیے اور تائید کیجئے

کم بولیے کہ پھٹ ہی نہ جائے کہیں گلا
گر ہو سکے تو لہجے کی تسدید کیجیے

کچھ لوگ اب بھی ڈھونڈتے پھرتے ہیں راحتیں
آ جائیں ہوش میں ، اُنھیں تاکید کیجیے

لفظ و ہنر کی کھیتیاں کچھ اب بھی سبز ہیں
بے شد حروف پر کوئی تشدید کیجئے



بہت کم اپنی آنکھیں کھولتا ہے
بظاہر سارے منظر دیکھتا ہے

قیامت پر اُٹھا رکھا ہے سب کچھ
اسی باعث وہ اب کم بولتا ہے

حیاتِ مختصر سے لا تعلق
حیاتِ جاوداں کا سوچتا ہے

وہ رنگوں اور خوشبو کا شناسا
صباحت ہی صباحت بانٹتا ہے

نہیں لاتا کوئی شکوہ زباں پر
اگرچہ بولنا بھی جانتا ہے

کئی وعدوں کی زنجیروں میں جکڑا
وہ تنہا لمبی راتیں کاٹتا ہے

یقیں کی رہبری میں چل رہا ہے
کسی کا نقشِ پا پہچانتا ہے

کوئی آ کر نہ واپس لوٹ جائے
مکیں کے ساتھ در بھی جاگتا ہے



جو ممکن نہیں تھا یہاں ہو گیا ہے
وہ خود سر بہت مہرباں ہو گیا ہے

مری خوش گمانی کا اعجاز ہے یہ
کوئی بد گماں خوش گماں ہو گیا ہے

مری آنکھ وقف تماشا ہوئی تو
پس خواب کوئی نہاں ہو گیا ہے

وہ اقرار کر دے یا انکار کر دے
دلِ مضطرب شادماں ہو گیا ہے

کوئی اس کو کہہ دے کہ پھولوں کا موسم
اُسے دیکھ کر پھر جواں ہو گیا ہے

سرِ بزمِ احساس کس سے ملے تھے
کہ اِک واقعہ داستاں ہو گیا ہے

کسی پر کھلے تھے نہ کھلنا تھا لیکن
کوئی با ہنر راز داں ہو گیا ہے



سلیقے سے بھلایا جا رہا ہوں
کہ اب کم کم ستایا جا رہا ہوں

مری پہچان گم کرنے کی ضد میں
نہیں ہوں جو ، دکھایا جا رہا ہوں

کسی کا لطف پوشیدہ ہے اس میں
بلندی سے گرایا جا رہا ہوں

نہیں جو آشنائے درد ان کو
تواتر سے سنایا جا رہا ہوں

اُجالے بانٹنے کی آرزو تھی
نہ جانے کیوں بجھایا جا رہا ہوں

وہ کس سانچے میں اب ڈھالے گا مجھ کو
جو بن سوچے مٹایا جا رہا ہوں

مثالِ پیڑ سایہ دار ہوں میں
مگر پھر بھی جلایا جا رہا ہوں

وہ جس بستی کو چھوڑ آیا ہوں پیچھے
وہیں پر پھر بلایا جا رہا ہوں

کسی نے پھر جدا ہونا ہے شاید
اسی خاطر منایا جا رہا ہوں



وہ حیلہ ساز ہے کہ وفا ناشناس ہے
جو بھی ہے میری روح کے وہ آس پاس ہے

ہے اس سے منسلک مرے احساس کا وجود
اس کا خیال ہی مرے فن کی اساس ہے

کب اس کے میرے درمیاں ہے کوئی فاصلہ
میں اس کا ہوں لباس وہ میرا لباس ہے

ساحل کی گیلی ریت پہ ہے نقش آج بھی
تشنہ لبی کہ جس کے مقدر میں پیاس ہے

کیا کیا عطا نہیں ہوئیں دنیا کی نعمتیں
لیکن یہ دل ہے اس کو محبت ہی راس ہے

لکھنے کو اس نے لکھ دیا اک حرفِ ناسپاس
لیکن میں کیسے مان لوں وہ ناسپاس ہے

ترکِ تعلقات پہ خوش ہے نہ وہ نہ مَیں
میں بھی بہت اُداس ہوں وہ بھی اُداس ہے



تصور نے بصارت کو نیا امکان بخشا ہے
جو اوجھل تھا نگاہوں سے اسے منظر میں رکھا ہے

مرے احساس میں جو روشنی کا ایک ہالہ ہے
اسے تجسیم ہوتے میں نے کتنی بار دیکھا ہے

رہے گا اور کتنی دیر مجھ سے لاتعلق وہ
جسے میں نے ہر اک ساعت میں سوسو بار سوچا ہے

وہ اپنی ہٹ کا پکا ہے کبھی پسپا نہیں ہوگا
مرے خوابوں میں بھی وہ اپنی رنجش ساتھ لایا ہے

کوئی رت ہو اسے میں سوچ کر مخمور رہتا ہوں
کہ ہر موسم نے اس کے پیرہن کا رنگ پہنا ہے

گزرنے کو گزر جاتا ہے اکثر اجنبی بن کر
مگر وہ جانتا ہے میں نے اس کو کتنا چاہا ہے



کر تو سکتا ہے مگر کرتا نہیں
وہ شبِ غم مختصر کرتا نہیں

جانے کیا کیا ڈھونڈتا رہتا ہے وہ
جانے کیوں مجھ کو خبر کرتا نہیں

سوچتا رہتا ہوں پہروں میں جسے
وہ مری جانب نظر کرتا نہیں

مجھ کو جلتا دیکھتا رہتا ہے وہ
کیوں مجھے زیرِ شجر کرتا نہیں

بانٹتا تو ہے وہ میرے درد و غم
میری خاطر آنکھ تر کرتا نہیں



نظر آتا ہوں جو ویسا نہیں ہوں
سفر میں ہوں مگر تنہا نہیں ہوں

کوئی مہتاب میرا ہمسفر ہے
اسی باعث کہیں رکتا نہیں ہوں

مثالِ عکس ہوں اک آئینے میں
جو چاہوں بھی تو چھپ سکتا نہیں ہوں

تسلسل سے کسی کا منتظر ہوں
مسلسل ہجر ہوں کٹتا نہیں ہوں

کچھ ایسی لذتوں سے آشنا ہوں
سلگتا ہوں مگر جلتا نہیں ہوں

نہ جانے کس نگر میں آگیا ہوں
کہ پہروں خود سے بھی ملتا نہیں ہوں

یہ کیسی ہجرتیں بخشی گئی ہیں
جہاں ہوں میں وہاں رہتا نہیں ہوں

رفاقت مستقل اوڑھی ہوئی ہے
کسی کے بن کہیں جاتا نہیں ہوں



ہمیں اب آخری حد تک ستایا جا رہا ہے
ہمارا خالی دامن بھی جلایا جا رہا ہے

ہمیں بھیجا گیا تھا دور اک اجلے جہاں سے
یہ حیرت ہے کہ پھر واپس بلایا جا رہا ہے

جو منظر دیکھنے کی تاب ہم سے چھن گئی تھی
وہی منظر ہمیں پھر سے دکھایا جا رہا ہے

اندھیروں سے ہمیں مانوس کرنے کے جنوں میں
سبھی روشن چراغوں کو بجھایا جا رہا ہے

کوئی تو ہے جو چھپ کر سن رہا ہے گریۂ غم
کوئی تو ہے جسے نوحہ سنایا جا رہا ہے



مسلسل رتجگوں کو اوڑھ کر گھوما نہیں کرتے
خمار آلود آنکھوں کو کبھی صحرا نہیں کرتے

بہت کچھ جان کر انجان بن جاتے ہیں ہم اکثر
کسی صورت محبت کو مگر رسوا نہیں کرتے

بدلتے وقت کی کروٹ سے کر لیتے ہیں سمجھوتہ
گزرتی ساعتوں سے ہم کوئی شکوہ نہیں کرتے

ہم اپنے سارے موسم ساتھ اپنے لے کے جاتے ہیں
پُرانے موسموں پہ ہم کبھی تکیہ نہیں کرتے

دعاؤں سے کیا کرتے ہیں رُخصت جانے والوں کو
جنھیں جانا ضروری ہو اُنھیں روکا نہیں کرتے

ہم اپنے خواب کی پگڈنڈیوں پہ رقص کرتے ہیں
کوئی کیا سوچتا ہے یہ کبھی سوچا نہیں کرتے

گوارا دُھوپ کر لیتے ہیں ہم اپنے مقدر کی
گریزاں سائے کا بھولے سے بھی پیچھا نہیں کرتے



کبھی اے کاش ایسی صورتِ حالات ہو جائے
تمھارے شہر میں اپنی گزر اوقات ہو جائے

مزہ جب ہے تمھاری آنکھ کے بے درد موسم سے
مرے صحنِ دل و جاں میں کبھی برسات ہو جائے

تجھے ملنے کی عجلت میں کسی دِن کاش ایسا ہو
میں بے تابی میں دِن کو رات کہہ دوں، رات ہو جائے

تقاضا تجھ سے ملنے کا تو ہے لیکن بس اِتنا سا
جو تجھ سے بات کہنا چاہتا ہوں، بات ہو جائے

ہمیں جب کوئی اچھا کام اچھا ہی نہیں لگتا
تو پھر ہوتا ہے گر مسند نشیں کم ذات ہو جائے



تِرے دَر پر کوئی سائل نہیں ہے
کہ تو بھی لطف پر مائل نہیں ہے

کہو یخ بستگی باقی ہے اَب بھی
تمازت پھر کوئی حاصل نہیں ہے

یہ میری بات مشکل تو نہیں ہے
تری سوچوں میں کیوں شامل نہیں ہے

میں گہرے پانیوں میں آ گیا ہوں
مقدر میں تِرا ساحل نہیں ہے

چلو چھوڑو یہ باتیں کیا کرو گے
کہ اِن باتوں سے کچھ حاصل نہیں ہے

تجھے تیری محبت راس آئے
مرے جذبوں کا تو قائل نہیں ہے



تکبر پارہ پارہ ہو گیا نا
تمھارا دِل ہمارا ہو گیا نا

کہا بھی تھا کہ واپس لوٹ جاؤ
نہیں مانے خسارا ہو گیا نا

بہت محتاط تھے لیکن بالآخر
کوئی اَب جاں سے پیارا ہو گیا نا

جنوں کی دیکھ لو معجز نمائی
جو دریا تھا کنارا ہو گیا نا

فضا میں خوشبوئیں پھیلی ہوئی ہیں
کوئی آنکھوں کا تارا ہو گیا نا

ہمارے تذکرے کی بات چھوڑو
تمھارا ذکر سارا ہو گیا نا

تمھیں بھی بے نیازی راس آئی
ہمارا بھی گزارا ہو گیا نا



مجھے دانستہ اُس نے بے خبر رکھا ہوا ہے
اگرچہ سامنے سب خشک و تر رکھا ہوا ہے

نہیں معلوم اِس میں کون سا ہے بھید مخفی
مری مٹی میں اُس نے خیر و شر رکھا ہوا ہے

اَدھورا خواب اپنے ساتھ لے کر چل رہا ہوں
سفر میں زادِ رہ کو مختصر رکھا ہوا ہے

میں پیہم سانس کو ہموار کرنے میں لگا ہوں
کسی نے دھڑکنوں میں اتنا ڈر رکھا ہوا ہے

اُسے تصویر کرنا ھے !

میں اپنی بے گھری سے اس لیے ناخوش نہیں ہوں
کسی اپنے نے مجھ کو در بدر رکھا ہوا ہے

ستارے کہکشائیں ہیچ ہیں میری نظر میں
تصرف میں مرے شمس و قمر رکھا ہوا ہے

کسی صورت کہانی میں نہ کوئی جھول آئے
جو پس منظر تھا وہ پیشِ نظر رکھا ہوا ہے



ہم خواب گزیدہ ہیں اندھیروں میں پلے ہیں
پھر بھی کسی منزل کے نشاں پاؤں تلے ہیں

سہ جاتے ہیں اب تلخ نوائی کا ہر اِک وار
اس طور کے کردار میں مشکل سے ڈھلے ہیں

ہم خانہ بدوشوں کے ہیں انداز نرالے
کب ہے ہمیں معلوم بُرے ہیں کہ بھلے ہیں

خوشبو سے کبھی ٹوٹا نہیں ربط ہمارا
ہم ہجر میں بھی صورتِ لوبان جلے ہیں

رکھا ہے بھرم ہم نے محبت کا کچھ اس طور
ہم قوسِ قزح اوڑھ کے راہوں پہ چلے ہیں

